اسامہ بن لادن کا فتویٰ جہاد*

برنارڈ لیوس

لندن کے ایک عربی اخبار ''القدس'' نے ۲۳ فروری ۱۹۹۸ء کو یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف عالمی اسلامی فرنٹ کے فتویٰ جہاد کا مکمل متن شائع کیا ہے۔ اخبار کے مطابق یہ مواد انہیں اسامہ بن لادن اور مصر، پاکستان اور بنگلہ دیش کے اسلامی عسکری گروپوں کے قائدین کے دستخطوں سے فیکس کیا گیا تھا۔ عبارت فصیح و بلیغ عربی میں ہے اور تاریخ کے ایسے پہلوؤں کو واضح کرتی ہے، جو اکثر مغربی افراد کے لئے اجنبی ہیں۔

فتویٰ میں اس ضرورت پر زور دیا گیا ہے کہ صورت حال کی سنگینی کو سمجھا جائے اور جوابی کارروائی کی جائے۔ اس کے مطابق حقیقت سب کے سامنے واضح ہے۔ اسے تین نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

اوّل: سات سال سے زیادہ ہو گئے ہیں کہ ریاست ہائے امریکہ نے اسلام کے سب سے متبرک اور مقدس مقام پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ اس کی دولت کو لوٹ رہے ہیں، اسکے حکمرانوں پر انہوں نے دباؤ ڈال رکھا ہے، اس کے عوام کی تحقیر کر رہے ہیں، اس کے ہمسایوں کو خوفزدہ کر رہے ہیں اور اس جزیرہ نما کو پڑوسی اسلامی مملکتوں کے خلاف جارحیت کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اگرچہ ماضی میں کچھ لوگ اس قبضے کی اصل نوعیت پر اختلاف کرتے رہے ہیں لیکن اب عرب عوام انہیں مکمل طور پر پہچان چکے ہیں۔

دوم: یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں عراقی عوام کی اس ہولناک تباہی کے باوجود، جس میں لاکھوں افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں، امریکی اس خوفناک قتل عام کو ایک بار پھر دہرانے کے لئے تیار ہیں۔ ایسا نظر آتا ہے کہ شدید جنگ، طویل محاصرہ، تباہی اور بربادی ابھی ان کی نزدیک کافی نہیں ہوئی، چنانچہ آج وہ دوبارہ آئے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس جو کچھ بھی بچا کھچا ہے اس کو بھی تباہ کر دیں، اور اس کے مسلمان ہمسایوں کو ذلیل

*Bernard Lewis, "License to Kill: Usama bin Ladin's Declaration of Jihad," *Foreign Affairs*, Nov/ Dec 1998, PP 14-19

(تلخیص: سید راشد بخاری)

کر دیں۔

سوم: مذہبی اور معاشی مقاصد کے علاوہ امریکیوں کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس جنگ کے ذریعے دنیا کی توجہ بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضے اور یہاں یہودی ریاست میں مسلمانوں کے قتل عام سے ہٹادی جائے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ ہمسایہ عرب ریاستوں میں سب سے طاقتور ریاست عراق کو تباہ و برباد کر دینا چاہتے ہیں، اور علاقے کی تمام ریاستوں مثلاً عراق، سعودی عرب، مصر، سوڈان وغیرہ کو منتشر اور کمزور ریاستوں میں تبدیل کر دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ اسرائیل کی سلامتی یقینی ہو جائے اور سر زمین عرب پر صلیبیوں کا قبضہ جاری رہے۔

علماء کے مطابق شریعت کے صدیوں سے یہ احکام رہے ہیں کہ جب مسلمان علاقوں پر دشمن حملہ کرے تو جہاد کرنا ہر مسلمان کا ذاتی فرض بن جاتا ہے۔

فتویٰ کے مطابق یہ جرائم ''امریکیوں کی طرف سے خدا، اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا واضح اعلان ہیں''۔ چنانچہ ایسی صورت حال میں فتویٰ یہ کہتا ہے کہ علماء کے مطابق شریعت کے صدیوں سے یہ احکام رہے ہیں کہ جب مسلمان علاقوں پر دشمن حملہ کرے تو جہاد کرنا ہر مسلمان کا ذاتی فرض بن جاتا ہے۔ فتویٰ کا سب سے اہم حصہ یا اصل فتویٰ یہ ہے کہ

> شہری اور فوجی امریکیوں اور ان کے اتحادیوں کو ہلاک کرنا ہر مسلمان کا ذاتی فریضہ ہے، جو اس قابل ہو، کسی بھی ملک میں، جہاں یہ ممکن ہو، جب تک کہ مسجد اقصیٰ اور حرم [مکہ] ان کی گرفت سے آزاد نہیں ہو جاتے۔ اور جب تک ان کی فوجیں بربادی سے ہم کنار نہیں ہو جاتیں، اسلام کے ہر علاقے سے نکل نہیں جاتیں اور کسی بھی مسلمان کو دھمکی دینے کے ناقابل نہیں ہو جاتیں۔

جنگ خلیج سے متعلق بن لادن کے خیالات ممکن ہے کچھ عجیب دکھائی دیں مگر اسلامی دنیا میں وسیع پیمانے پر انہیں درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

مغرب میں ہم لوگ اکثر بھول جاتے ہیں کہ مسلمانوں کا مقدس ترین مقام عرب ہے۔ جہاں پیغمبرؐ پیدا ہوئے، مدینہ، جہاں انہوںؐ نے پہلی اسلامی ریاست قائم کی اور حجاز جہاں کے لوگوں نے سب سے پہلے اس نئے دین کو قبول کیا اور مثالی مومن بنے۔ محمد [ؐ] اور خلفائے راشدین [رض] عرب میں پیدا ہوئے

اور یہیں انہوں نے وفات پائی۔

اس کے بعد شام میں ایک مختصر وقفے کے ساتھ، اسلامی دنیا کا مرکز اور اس کی کامیابیوں کا منظر نامہ عراق رہا، جہاں تقریباً پانچ سو سال تک خلیفہ متمکن رہا۔ مسلمانوں کے نزدیک زمین کا کوئی بھی ٹکڑا جو ایک بار اسلامی مملکت میں شامل ہو جائے نا قابل واپسی ہوتا ہے۔ لیکن کوئی علاقہ عرب اور عراق کی اہمیت اور تقدیس کا ثانی نہیں ہے۔

ان میں بھی عرب کہیں زیادہ اہم ہے۔ قدیم عرب مورخین بتاتے ہیں کہ ۲۰ھ (۶۴۱ء) میں خلیفہ ثانی عمر[ؓ] نے پیغمبر[ؐ] کے ایک فرمان کے مطابق، جو انہوں نے بستر مرگ پر دیا تھا کہ ''عرب میں دو مذاہب نہ رہنے پائیں یعنی خیبر کے یہودی اور نجران کے عیسائی''، یہودیوں اور عیسائیوں کو عرب سے چلے جانے کا حکم دیا تھا۔ یہ دونوں قدیم آبادیاں اپنے طرز کلام، ثقافت اور طرز زندگی کے اعتبار سے عرب تھیں۔ صرف ان کا مذہب مختلف تھا۔

جنگ خلیج سے متعلق بن لادن کے خیالات ممکن ہے کچھ عجیب دکھائی دیں مگر اسلامی دنیا میں وسیع پیمانے پر انہیں درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہ فرمان جسے پیغمبر[ؐ] سے منسوب کیا جاتا ہے اس سے اولین دور کے کچھ علماء نے اختلاف کیا ہے لیکن عام طور پر اسے مستند تسلیم کیا جاتا ہے، اور حضرت عمر[ؓ] نے اس پر عمل درآمد کرایا۔

اسلامی تاریخ میں مذہبی اقلیتوں کے انخلا کی مثالیں خال خال ہی ملتی ہیں، اس کے برعکس ازمنۂ وسطیٰ کی عیسائی دنیا میں (سپین کی دوبارہ فتح کے بعد) یہودیوں اور مسلمانوں کی برطرفی معمول کی بات تھی۔ یورپی بے دخلیوں کے مقابلے مین عمرؓ کا حکم محدود نوعیت کا تھا، اور ہمدردانہ بھی۔ ایک تو اس میں جنوبی اور جنوب مشرقی عرب شامل نہیں تھا، جس کو اسلام کی اصلی مقدس سرزمین میں شمار نہیں کیا جاتا، اور دوسرے سپین اور دیگر یورپی مما لک سے نکالے گئے یہودیوں اور مسلمانوں کے برخلاف جنہیں کوئی متبادل علاقہ نہیں دیا گیا تھا، عرب کے یہودیوں اور نصرانیوں کو عرب سے نکال کر باقاعدہ دوسری جگہوں پر بسایا گیا تھا، یہودیوں کو شام میں اور نصرانیوں کو عراق میں۔ اور اس پر عمل درآمد بھی یک دم اور اچانک کرنے کی بجائے بتدریج کیا گیا تھا۔

ب سے یہودیوں اور نصرانیوں کے انخلاء کا حکم نامہ حتمی اور نا قابل واپسی تھا، اور تب سے اب تک حجاز کی مقدس سرزمین غیر مسلموں کے لئے ممنوع ہے۔ حنبلی فقہ، جس پر سعودی اور یہ فتویٰ دینے والے عمل پیرا ہیں، کے مطابق اس مقدس سرزمین پر کسی غیر مسلم کا قدم رکھنا ایک بڑی جارحیت کے مترادف ہے۔ جبکہ باقی سلطنت میں بھی غیر مسلم عارضی مہمان کے طور پر تو آ سکتے ہیں لیکن وہاں انہیں مستقل رہائش اختیار کرنے اور اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

صلیبی جنگوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے، اسلامی نقطۂ نظر سے، عرب اور دیگر مقامات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ صلیبی جنگجو رینالڈ نے جب ۱۱۷۶ء اور ۱۱۸۷ء کے دوران جنوبی اردن پر قبضہ کر لیا اور مسلمان کاروانوں اور حجاج کے قافلوں پر حملے شروع کیے تو صلیبی مورّخ شاید یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ رینالڈ کا بنیادی مقصد معاش اور لوٹ مار تھا۔ لیکن مسلمانوں نے اس مہم جوئی کو اشتعال انگیزی سے تعبیر کیا اور اسے اسلام کے مقدس مقامات کے لئے ایک چیلنج خیال کیا۔ ۱۱۸۲ء میں رینالڈ نے یروشلم کے عیسائی بادشاہ اور مسلم قائد صلاح الدین کے درمیان ایک معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلم کاروانوں پر حملہ کیا جن میں مکہ جانے والا ایک قافلۂ حج بھی شامل تھا۔ مسلمانوں کے نزدیک اس کی اس سے بھی گھٹیا حرکت بحیرہ احمر میں اس کی مہم جوئی اور حجاز کی بندرگاہوں پر مسلمان جہازوں پر حملے تھے، اور یہ سب کچھ عرب کے لئے ایک دھمکی کے مترادف تھا۔ چنانچہ صلاح الدین نے صلیبیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔

> مسلمانوں کے نزدیک زمین کا کوئی بھی ٹکڑا جو ایک بار اسلامی مملکت میں شامل ہو جائے نا قابل واپسی ہوتا ہے۔ لیکن کوئی علاقہ عرب اور عراق کی اہمیت اور تقدیس کا ثانی نہیں ہے۔

صلاح الدین کو صلیبی یورپ میں بھی اس کی بہادری، شجاعت اور شکست خوردہ دشمنوں سے اس کے فیاضانہ برتاؤ کی وجہ سے سراہا جاتا تھا۔ لیکن رینالڈ کے معاملے میں اس نے کسی طرح کی فیاضی نہ دکھائی۔ عظیم عرب مؤرخ ابن الاثیر لکھتا ہے کہ صلاح الدین نے رینالڈ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کی دو مرتبہ قسم کھائی۔ ایک بار جب اس نے مکہ اور مدینہ کی طرف پیش قدمی کی اور دوسرے جب اس نے دغا بازی سے مسلم کاروانوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیا۔ چنانچہ صلاح الدین نے جنگ میں کامیابی کے بعد

گرفتار شدہ صلیبی شہزادوں اور امراء میں سے ریناالڈ کو علیحدہ کیا اور اپنے ہاتھ سے اس کا سر قلم کر دیا۔

اٹھارہویں صدی میں جنوبی ایشیاء میں یورپی طاقت کے استحکام اور عرب ساحلوں پر صلیبی جہازوں کے نمودار ہونے کو دوبارہ عرب کے لیے خطرے کا باعث سمجھا گیا۔ اس کے نتیجے میں غصے کا کم از کم ایک مظہر عرب میں جدید سعودی ریاست کے بانی خانوادۂ سعود کی قیادت میں وہابی تحریک اور مذہبی احیاء کی صورت میں سامنے آیا۔ مشرق وسطیٰ پر اینگلو فرانسیسی غلبے کے دوران جب عراق، شام، فلسطین، مصر اور سوڈان پر سامراجی طاقتیں قابض تھیں تو انہوں نے عرب کی سرحدوں پر عدن اور خلیجی ریاستوں کے ساتھ معمولی محاذ آرائی کی کوشش تو ضرور کی لیکن جزیرہ نما میں عسکری یا سیاسی مداخلت نہ کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا۔

تیل کی دریافت کے بعد مداخلت کی یہ سطح اور بھی ناکافی ہوگئی اور عرب میں بڑھتی ہوئی مغربی موجودگی، جن میں اکثریت امریکیوں کی تھی، نے عرب زندگی کے ہر انداز کو تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ سعودی عرب کا دارالحکومت ''الریاض'' ایک چھوٹے سے نخلستانی قصبے سے ایک بڑے جدید شہر میں تبدیل ہوگیا، اور یہاں غیر ملکیوں کا ایک قابل لحاظ بہاؤ شروع ہوگیا۔ ان کی یہاں موجودگی اب بھی اکثر کے نزدیک اس مقدس مقام کی بے حرمتی کے مترادف ہے۔

> اکثر امریکیوں کے نزدیک عرب میں امریکیوں کی موجودگی کو جو رنگ دیا جا رہا ہے وہ حقائق کے منافی ہے۔ انہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ اکثر مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ فتویٰ اسلام کی فطرت اور تصور جہاد کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

جب تک اس غیر ملکی مداخلت کی نوعیت معاشی رہی اور جب تک اس کا نتیجہ خوش حالی اور راحت کی صورت میں نکلتا رہا۔ ان کی یہ مخصوص موجودگی قابل برداشت تھی۔ لیکن حالیہ سالوں میں یہ دونوں نوعیتیں تبدیل ہو چکی ہیں۔ تیل کی قیمتوں میں کمی اور آبادی اور اخراجات میں اضافہ کی وجہ سے فوائد میں کمی اور مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور غیر ملکی مداخلت بھی صرف معاشی سرگرمیوں تک ہی محدود نہ رہی۔ انقلاب ایران اور صدام حسین کی جنگوں کی وجہ سے غیر ملکی مداخلت کی نئی سیاسی و عسکری جہتیں نمایاں ہونا شروع ہوئیں۔ اکثر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ کویت اور سعودی عرب کے تحفظ کے لیے وہاں جانے والی

امریکی فوجیں اوران کی کاروائی دراصل کافروں کی جارحیت اوران کے سامراجی عزائم کا پتہ دیتی ہے۔

اکثر امریکیوں کے نزدیک عرب میں امریکیوں کی موجودگی کو جو رنگ دیا جارہا ہے وہ حقائق کے منافی ہے۔ انہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ اکثر مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ فتویٰ اسلام کی فطرت اور تصور جہاد کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قرآن میں صرف جنگ ہی نہیں بلکہ امن کا بھی ذکر ہے۔ ہزاروں روایات اور احادیث ہیں جن کی علماء نے مختلف انداز میں تشریح وتعبیر کی ہے۔ ان کی عسکری و متشدد تعبیر ان بہت سی تعبیرات میں سے ایک ہے۔ شریعت میں جہاد پر قانونی حوالے سے باقاعدہ ابواب موجود ہیں۔ ان میں جنگ کے اصولوں اور قوانین کا احترام کیا گیا ہے۔ جیسے جنگ کی ابتداء اور اختتام کیسے ہو؟ غیر محرب معاونین، جو باقاعدہ جنگ میں شامل نہیں اور قیدیوں اور سفارتی وفود کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے گا؟ قانون دان اکثر جنگ کے طریقوں پر بھی بحث کرتے ہیں۔ کچھ کے نزدیک زہریلے ہتھیاروں (زہریلی گیس/ زہریلے تیروغیرہ) کا استعمال اور دشمن کے آبی ذخائر میں زہر ملانا وغیرہ جائز ہے۔ کچھ کے نزدیک ایک حد تک اس کی اجازت ہے اور کچھ اس (کیمیائی جنگ) کو قطعاً ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور اصولوں کے مطابق دہشت گردی اور قتل کسی طرح بھی روا نہیں ہے۔ کسی مقام پر بھی وہ بلا امتیاز قتل عام کو جائز قرار نہیں دیتا۔

۱ھ (۶۴۱ء) میں خلیفہ ثانی عمرؓ
نے پیغمبرؐ کے ایک فرمان کے
طابق یہودیوں اور عیسائیوں کو
ب سے چلے جانے کا حکم دیا
۔

تاہم بلاشبہ کچھ مسلمان ہیں جو مذہب کی انتہا پسندانہ تعبیر پر مبنی اس فتوے کو تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں، دہشت گردی کے لیے تھوڑے ہی لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ واضح طور پر مغرب کو ہر طرح اپنے تحفظ کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاہم دہشت گردوں سے مقابلہ کرتے وقت یہ بھی بہت مفید ہوگا کہ ان لوگوں کو آگے بڑھانے والی قوتوں کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

[مضمون کے مصنف برنارڈ لیوس پرنسٹن یونیورسٹی (امریکہ) میں پروفیسر امریطس ھیں۔ وہ عرب اور مشرق وسطیٰ پر تین کتابوں کے مصنف بھی ھیں، ان کی کتابوں کے نام یہ ھیں:

۱۔ تاریخ میں عرب (The Arabs in History)

۲۔جدید ترکی کا ظہور (The Emergence of Modern Turkey)

۳۔ مشرق وسطیٰ: گزشتہ دو ہزار سال کی تاریخ (The Middle East: A Brief [History of th last 2000 Years)